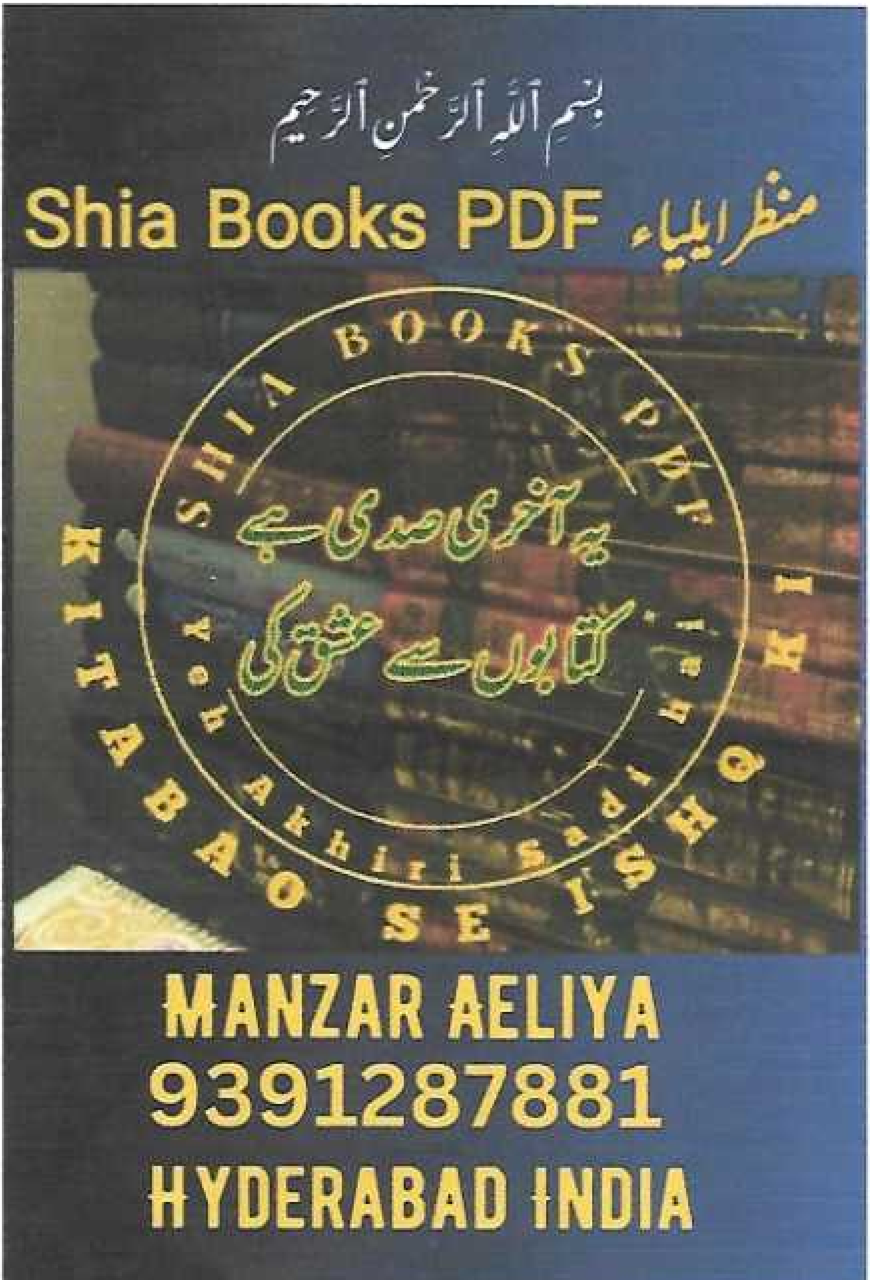
بسم اللہ الرحمن الرحیم
Shia Books PDF منظر ایلیاء
SHIA BOOKS PDF
یہ آخری صدی ہے
کتابوں سے عشق کی
Yeh Akhiri Sadi he
KITABAO SE ISHQ KI
MANZAR AELIYA
9391287881
HYDERABAD INDIA

قرآن و سنت کے آئینہ میں

۱۲

عدالتِ صحابہ

مصنف

علامہ سید مرتضیٰ عسکری طاب ثراہ

قرآن وسنت کے آئینہ میں

۱۲

عدالتِ صحابہ

تالیف

علامہ سید مرتضٰی عسکری علیہ الرحمہ

نام کتاب : عدالتِ صحابہ
مؤلف : علامہ سید مرتضٰی عسکری طاب ثراہ
مترجم : علی قمر دھولڑوی
نظر ثانی : سید کمیل اصغر زیدی
ناشر : اہل بیتؑ کونسل انڈیا
اشاعت : سنہ ۱۴۴۳ھ، سنہ ۲۰۲۲ء

ملنے کا پتہ :
۱۔ حوزۂ علمیہ امام خمینیؒ، وٹوا، احمد آباد، گجرات
۲۔ ادارۂ اصلاح، لکھنؤ
۳۔ ہدیٰ مشن، لکھنؤ
۴۔ مرزا اظہر عباس، درگاہ پنجہ شریف، دہلی (موبائل: 9811627518)

قال رسولُ اللہ (ص) فی حقِّ شُھداءِ اُحُد

"ھٰؤُلَآءِ اَشْھَدُ عَلَیھِمْ فَقَالَ اَبُوبَکر: اَلَسْنَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ اِخْوَانُھم، اَسْلَمْنَا کَمَا اَسْلَمُوا وَ جَاھَدْنَا کَمَا جَاھَدُوا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہ (ص): بَلٰی وَلٰکِنْ لَا اَدْرِیْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِیْ!"

رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا ہے :
"یہ حضرات وہ ہیں جن کا میں گواہ ہوں تو حضرت ابو بکر بولے : "یارسول اللہ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ ہم بھی اسی طرح اسلام لائے جس طرح انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہم نے اسی طرح جہاد کیا جس طرح انہوں نے جہاد کیا ہے؟"
تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں؟! مگر مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد تم لوگ کیا کروگے؟"

فہرست مطالب

عرض ناشر 5
اتحاد؛ قرآن و سنت کے آئینہ میں 8
صحابی کی تعریف 10
۱۔ خلفاء کے مسلک میں صحابی کی تعریف : 10
۲۔ صحابی کی تعریف اہل بیتؑ کے مسلک میں : 12
۳۔ مسلک خلفاء میں صحابی کو پہچاننے کا ضابطہ 13
۴۔ صحابی کی شناخت کے معیار کی کمزوری : 14
عدالتِ صحابہ دونوں مکاتب فکر میں 20
۱۔ عدالتِ صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا نظریہ : 20
۲۔ عدالتِ صحابہ کے بارے میں مکتب اہل بیتؑ کا نظریہ : 26
۳۔ مومن اور منافق کو پہچاننے کا طریقہ : 33

عرض ناشر

عالم فرزانہ، محقق یگانہ، نابغہ دہر علامہ سید مرتضیٰ عسکری علیہ الرحمہ کی ذات گرامی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ کے آثار تعصب اور جانبداری سے پاک، اپنے خاص طرزِ بیان اور اسلوبِ تحقیق کی بنا پر فریقین کے درمیان انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

آپ نے مختلف علمی و فلاحی اداروں کی بنیاد رکھی جن میں "اصول دین کالج" خاص طور سے قابل ذکر ہے جہاں تفسیر، حدیث شناسی اور کلام و عقائد کے تقابلی مطالعہ کے خصوصی دروس ہوتے تھے۔

آپ نے مختلف ممالک کا سفر کرکے اسلامی شخصیات سے ملاقات کی۔ اس طرح آپ نے بہت نزدیک سے بذات خود حالات کا جائزہ لیا اور اپنی ذہانت و دور اندیشی کے ذریعہ امت مسلمہ کے نہ صرف یہ کہ اصل درد کی تشخیص فرمائی بلکہ مناسب نسخۂ علاج بھی تجویز کردیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ (طالب علمی کے) آغاز سے ہی سیرت و تاریخ پیغمبرؐ و اصحاب، صدر اسلام کے فتنوں اور سفر ناموں کے مطالعہ کا شوق تھا۔ اسلامی ممالک میں استعماری طاقتوں کی ریشہ دوانیوں پر بھی نظر رکھتا تھا۔

آپ اسلامی اتحاد اور تقریب مذاہب کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کرتے تھے۔ آپ کا خیال تھا: "شیعوں کی باتیں (عقائد) اس وقت مقبول ہو سکتی ہیں کہ جب انہیں تاریخی تہمتوں سے پاک کر دیا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہیں تہمتوں اور ناروا الزامات کے ذریعہ دشمنانِ اسلام نے شیعوں اور سنیوں کے درمیان بغض و کینہ اور عداوت و دشمنی کے بیج بوئے ہیں۔"

آپ کو یقین کامل تھا کہ اگر شیعیت کی پیشانی سے تہمتیں اور ناروا الزامات ہٹ جائیں اور برادران اہل سنت کو "حقیقی شیعیت" کا تعارف حاصل ہو جائے تو اس دشمنی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ کے آثار میں یہی عنصر واضح طور پر نظر آتا ہے۔

آپ نے اپنی دقیق تحقیق کے ذریعہ محققین کو ششدر کر دیا۔ آپ نے ایسے ناقابل تردید ثبوت اور موارد مہیا کئے کہ جن کی بنیاد پر صحیح تاریخ کو جھٹلانا ممکن نہیں ہے۔

آپ نے عموماً انہیں موضوعات پر قلم اٹھایا ہے جن پر صدیوں سے دونوں مکاتبِ فکر کے درمیان معرکہ آرائی جاری ہے لیکن آپ کی تحریروں میں مخالف پر حملہ، سطحی اور غیر معیاری عبارتوں، تعصب، جانبداری اور شدت پسندی کا رنگ دور دور تک نظر نہیں آتا۔ آپ نے اعتدال و انصاف اور حد درجہ تحقیق اور تدقیق کے ذریعہ ہر موضوع پر اتنی سیر حاصل بحث کی ہے کہ پڑھنے والے قاری کے ذہن میں الجھن نہیں رہ جاتی۔

قرآن و سنت کے آئینہ میں (۱۲)   عدالتِ صحابہ

زیر نظر مجموعہ "قرآن و سنت کے آئینہ میں" صلوات، متعہ، امت کے بارہ امام، عدالت صحابہ، صفاتِ خدا، جبر و تفویض وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہے جن کے ذریعہ دیگر مکاتب فکر کے افراد مکتب اہل بیتؑ کو نشانہ بناتے رہے ہیں۔ یہ مسائل ہمارے یہاں اکثر ذاتی نشستوں، علمی حلقوں بلکہ محراب و منبر کا موضوع قرار پاتے ہیں اور بسا اوقات ان کے ذیل میں پیش کئے جانے والے مطالب "دلائل" کے بجائے "تفریح طبع" کا سامان محسوس ہوتے ہیں۔ ایسے حساس موضوعات پر محکم و معتدل تحریروں سے علامہ مرتضیٰ عسکری علیہ الرحمہ کے تبحر، اندازِ تحقیق اور اعتدال و انصاف کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"**اہل بیتؑ کونسل انڈیا**" اس مجموعہ کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ پیشکش اختلافی مسائل کو سنجیدہ اور علمی اصولوں کے ذریعہ حل کرنے میں معاون و مددگار ہوگی۔

ہم "علامہ عسکری علمی و ثقافتی مرکز" اور مترجمین بالخصوص حجۃالاسلام والمسلمین مولانا کمیل اصغر زیدی صاحب کے شکر گزار ہیں جن کے مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے۔

والسلام

اہل بیتؑ کونسل انڈیا

اتحاد؛ قرآن و سنت کے آئینہ میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلیٰ محمدٍ وَّ آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ السَّلَامُ عَلیٰ اَصحابِہِ الْبَرَرَۃِ الْمَیَامِیْنَ۔

ہم مسلمانوں کے درمیان بعض اختلافی مسائل کی بناپر جب اندرونی اختلافات پیدا ہوئے تو اسلام دشمنوں نے باہر سے ہمارے اندر ایسی دراڑیں ڈال دیں کہ جن کا ہمیں احساس بھی نہ ہوسکا نتیجہ میں ہم اپنے ممالک کا دفاع بھی نہ کرسکے اور دشمن ہمارے سرپر مسلط ہوگئے اور ہم یہ بھول گئے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

"وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہُ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ"

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔"[1]

[1] سورۂ انفال، آیت ۴۶

لہٰذا مناسب یہی ہے کہ جب کبھی بھی ہمارے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو تو ہم قرآن مجید اور پیغمبر اکرم ﷺ کی سنت کے ذریعہ پرچم توحید کے زیر سایہ جمع ہو کر اپنے درمیان اتحاد کی راہ ہموار کریں جیساکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ"

"اور جب تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو۔"[1]

چنانچہ ان ہی آیات کریمہ پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنی اس گفتگو میں کتاب و سنت کا دامن تھام کر ان کی رہنمائی میں اپنے اختلافی مسائل کا حل تلاش کریں گے تاکہ خدائے متعال کے اذن سے ہم سب ایک بار پھر ایک زبان ہو جائیں اور ہماری قومی وحدت واپس لوٹ آئے۔

علمائے کرام اور اہل نظر حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس کار خیر میں ہمارا تعاون فرمائیں اور ہمیں اپنے خیالات سے ضرور مطلع فرمائیں۔

سید مرتضیٰ عسکری

[1] سورۂ نساء، آیت ۵۹

صحابی کی تعریف

ا۔ خلفاء کے مسلک میں صحابی کی تعریف:

ابن حجر کتاب "الاصابہ" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا ہو اور اسلام پر ہی اس دنیا سے اٹھ گیا ہو۔"

لہٰذا رسول اکرم ﷺ کو دیکھنے والے تمام افراد اس تعریف میں شامل ہیں چاہے وہ آپؐ کے ساتھ زیادہ مدت تک رہے ہوں یا کم مدت تک، آنحضرتؐ سے کوئی حدیث نقل کی ہو یا نہ کی ہو، آپؐ کے ساتھ جنگ میں شرکت کی ہو یا نہ کی ہو، رسول مقبول ﷺ کو صرف ایک بار دیکھا ہو یا کسی وجہ سے (مثلاً اندھا ہونے کی وجہ سے) نہ دیکھ پایا ہو۔[1]

---

[1] الاصابہ، ج ۱، ص ۱۰

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وہ ضابطہ جس سے بہت سے افراد کا صحابی ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

اس عنوان کے تحت یہ لکھتے ہیں: "خلفاء جنگوں میں صرف صحابہ کو لشکر کا سردار بناتے تھے اور سنہ ۱۰ ہجری میں مکہ اور طائف میں کوئی شخص ایسا نہیں بچا تھا جو اسلام نہ لے آیا ہو اور حجۃ الوداع (رسول اکرمؐ کے آخری حج) میں شرکت نہ کی ہو؛ مزید یہ کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی کسی ایک نے بھی کفر کا اظہار نہیں کیا۔"[1] لیکن اگر تحقیق کرنے والے افراد ہماری کتاب "ڈیڑھ سو جعلی صحابی"[2] ملاحظہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ مکتب خلفاء والوں نے صحابی کی تعریف میں کتنی ڈھیل سے کام لیا ہے اور اس سے علم حدیث کو کتنا نقصان ہوا۔

---

[1] گذشتہ حوالہ

[2] مؤلف کی کتاب "یک صد و پنجاہ صحابی ساختگی" کا اردو ترجمہ

۲۔ صحابی کی تعریف اہل بیتؑ کے مسلک میں:

لفظ صحابہ صاحب کی جمع ہے اسی طرح اس کی جمع صُحُب، اصحاب اور صحاب بھی آتی ہیں۔[1]

جس کے معنی ساتھ رہنے والے، ہمراہ اور ساتھی کے ہیں اور صحابی صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو بہت لمبے عرصہ تک ساتھ رہے کیونکہ مصاحبت کا لازمہ ہی یہ ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک ساتھ رہا جائے۔[2]

اسی طرح کہا جاتا تھا: "اصحاب بیعة الشجرة و اصحاب الصفة" یہاں اصحاب کو بیعۃ شجرہ اور صفہ کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ اس زمانہ میں صاحب یا اصحاب کا لفظ رسول ﷺ کے صحابیوں سے مخصوص نہیں تھا (جیسا کہ آپ نے مثالوں میں ملاحظہ فرمایا) لیکن آہستہ آہستہ مسلک خلفاء کے ماننے والوں نے اس لفظ کو اصحاب رسولؐ سے مخصوص کر دیا لہٰذا یہ لفظ مسلمانوں اور مستشرقین کی اصطلاح ہو گیا۔ (یعنی اس کا لغت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔)

یہ ہے صحابی کی تعریف کے سلسلہ میں دونوں مکتبوں کا نظریہ۔

---

[1] گذشتہ حوالہ، ص ۱۶؛ لسان العرب، مادہ "صحب"

[2] مفردات راغب، مادہ صحب

۳۔ مسلک خلفاء میں صحابی کو پہچاننے کا ضابطہ

مذکورہ بالا تعریف کے علاوہ مکتب خلفاء کے پیروکاروں میں صحابی کے پہچاننے کا ایک ضابطہ اور ملتا ہے جیسا کہ ابن حجر نے "الاصابۃ" میں ذکر کیا ہے:

صحابی کی پہچان کے سلسلہ میں ائمہ حدیث کے جو مجموع اقوال بیان کئے گئے ہیں (اور ان کے بارے میں نص موجود نہیں ہے) ان میں سے ایک قول ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنف" میں ناقابل قبول سند کے ساتھ نقل کیا ہے؛ وہ کہتے ہیں: "خلفاء جنگوں میں صرف اصحاب کو سپہ سالار بنایا کرتے تھے۔"[1]

اس سلسلہ میں جس "ناقابل قبول سند" کے حوالہ سے یہ روایت نقل ہوئی ہے وہ یہ ہے جس کو طبری اور ابن عساکر نے اپنی سندوں کے ذریعہ سیف سے، انہوں نے ابو عثمان سے اور انہوں نے خالد اور عبادہ سے نقل کیا ہے، اس روایت میں صحابہ کے بارے میں یہ آیا ہے: "سپہ سالار ہمیشہ صحابہ میں سے ہوتے تھے مگر یہ کہ ان میں سے کوئی مناسب شخص نہ مل پائے۔"[2]

ایک دوسری روایت میں طبری نے سیف سے نقل کیا ہے: "خلیفۂ دوم سپہ سالاری کا عہدہ صرف صحابہ کو دیا کرتے تھے لیکن اگر ان میں سے کوئی مناسب

---

[1] الاصابۃ، ج۱، ص ۱۳

[2] طبری، ج۱، ص ۲۱۵۱، مطبوعہ یوروپ

شخصیت نہیں پاتے تھے تو پھر نیک کردار تابعین میں سے کسی کے حوالہ کر دیتے تھے، راویوں میں سے کوئی بھی اس عہدہ کی خواہش نہیں کرتا تھا۔"[1]

۴۔ صحابی کی شناخت کے معیار کی کمزوری:

مذکورہ دونوں روایتیں "سیف" سے منقول ہیں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث گڑھتا تھا اور کافر تھا۔[2]

سیف نے یہ ضابطہ اور قانون ابو عثمان سے نقل کیا ہے اور وہ سیف کے مطابق خالد اور عبادہ سے روایت نقل کرتا تھا جو اس کے خیال کے مطابق یزید بن اسید غسانی تھا، یہ نام ان راویوں میں سے ایک ہے جن کو سیف نے گڑھا ہے۔

اگر ہم مذکورہ روایات کے راویوں سے چشم پوشی بھی کر لیں کہ وہ جا ہے جو اور جیسے بھی رہے ہوں تب بھی یہ روایات تاریخی حقیقت کے خلاف ہیں۔

---

[1] طبری، ج۱، ص۲۴۵۷، ۲۴۵۸

[2] ملاحظہ کریں عبد اللہ ابن سبا، ج۱، سیف کے حالات زندگی

اس سلسلہ میں صاحب آغانی یوں رقمطراز ہیں کہ امرؤ القیس (مشہور شاعر) حضرت عمر کے زمانہ میں اسلام لایا اور اس سے پہلے کہ وہ ایک رکعت نماز پڑھتا حضرت عمر نے اس کو سپہ سالاری دے دی۔[1]

اس روایت کی تفصیل عوف بن خارجہ مری کے مطابق کچھ اس طرح ہے:

خدا کی قسم! حضرت عمر کی خلافت کے دوران ایک مرتبہ میں ان کے پاس تھا، اچانک ایک لنگڑا شخص جس کے سر پر صرف تھوڑے سے بال تھے اور بقیہ سر گنجا تھا لوگوں کی بھیڑ کو چیرتا ہوا ان کے قریب آیا اور خلافت کے سلسلہ میں ان کو مبارک باد دی۔

حضرت عمر نے اس سے پوچھا: "تم کون ہو؟"

وہ بولا: "میں امرؤ القیس بن عدی نصرانی ہوں۔"

حضرت عمر نے اس کو پہچان لیا اور کہا: "کیا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا: "میں اسلام لانا چاہتا ہوں۔"

حضرت عمر نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور اس نے قبول کر لیا۔

---

[1] ملاحظہ کریں: "رواۃ مختلقون" خطی نسخہ؛ عبد اللہ ابن سبا، ج۱، ص۱۷۱، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۳ھ ق

پھر حضرت عمر نے نیزہ طلب کیا اور اس میں شام کے قضاعہ نامی علاقہ[1] کی سپہ سالاری کا پرچم باندھا اور اسے دے دیا۔ یہ شخص پرچم کو لہراتا ہوا واپس چلا گیا۔[2]

اسی طرح مذکورہ قاعدہ کا ضعف علقمہ بن علاثہ کلبی کے مرتد ہونے کے بعد اس کو سپہ سالاری دیئے جانے کے واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے جس کا قصہ اغانی اور اصابہ[3] کے مطابق یہ ہے: علقمہ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں اسلام لایا اور آنحضرتؐ کا فیض صحبت حاصل کیا پھر حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں مرتد ہوگیا تو حضرت ابوبکر نے خالد کو اس کے پاس بھیجا مگر وہ فرار کر گیا، کہا جاتا ہے کہ پھر وہ واپس پلٹ آیا اور دوبارہ مسلمان ہوگیا۔

---

[1] قضاعہ: چند بڑے قبیلے تھے کہ جن میں حیدان، بہراء، بلی اور جہینہ قبیلے بھی تھے۔ ان کی تفصیل "جمهرة انساب ابن حزم" کے صفحہ ۴۴۰ و ۴۶۰ پر موجود ہے۔ وہ لوگ پہلے شحر نام کی بستی میں رہتے تھے پھر نجران آئے اور اس کے بعد شام میں آکر بس گئے، ان کا وطن شام اور حجاز سے عراق تک تھا۔ ملاحظہ کریں: معجم قبائل عرب، مادۂ قضاعہ، ج ۳، ص ۹۵۷

[2] اغانی، ج ۱۴، ص ۱۵۷، مطبوعہ ساسی؛ اس کا خلاصہ ابن حزم نے "جمهرة انساب العرب" ص ۲۸۴ پر ذکر کیا ہے۔

[3] اصابہ، ج ۲، ص ۴۹۶۔۴۹۸؛ اغانی، ج ۱۵، ص ۵۶، مطبوعہ ساسی

یہ قصہ اصابہ میں اس طرح مذکور ہے:

اس نے حضرت عمر کے زمانہ میں شراب پی لہٰذا اس کو کوڑے لگائے گئے تو وہ مرتد ہوگیا اور روم چلا گیا۔ روم کا بادشاہ اس کے ساتھ احترام سے پیش آیا اور اس سے کہا: "تم عامر بن طفیل کے چچازاد بھائی ہو۔" اس پر وہ ناراض ہوگیا اور بولا[1]: "کیا عامر کے علاوہ میرے تعارف کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا؟"

یہ کہہ کر وہ وہاں سے واپس چلا آیا اور دوبارہ مسلمان ہوگیا۔

اغانی اور اصابہ میں یہ واقعہ اس طرح نقل ہوا ہے (یہ الفاظ اغانی کے ہیں): مرتد ہونے کے بعد جب علقمہ بن علاثہ دوبارہ مدینہ آیا (اس کی خالد بن ولید سے دوستی تھی) تو رات کی تاریکی میں اس کی ملاقات عمر بن خطاب سے ہوئی کیونکہ عمر خالد سے مشابہ تھے۔ علقمہ نے یہ سمجھا کہ یہ خالد ہے لہٰذا انہیں سلام کیا اور ان سے کہا:

عمر نے تمہیں معزول کر دیا؟

اس نے کہا: ہاں، ایسا ہی ہے۔

علقمہ بولا: "خدا کی قسم! تمہاری معزولی صرف کینہ اور حسد کی بنیاد پر ہوئی ہے!"

---

[1] عامر اور علقمہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا تھا لہٰذا علقمہ کو اس سے شدید نفرت تھی اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ عامر کے ذریعہ سے اس کا تعارف ہو یا اس کی وجہ سے اس کی عزت کی جائے۔ ملاحظہ کریں: اغانی، ج ۱۵، ص ۵۰، مطبوعہ ساسی

حضرت عمر نے کہا: "تم اس سلسلہ میں میری کیا مدد کر سکتے ہو؟"

اس نے کہا: "معاذ اللہ، عمر ہمارے خلیفہ ہیں، وہ ہماری گردن پر اطاعت کا حق رکھتے ہیں۔ ہم ان کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

جب صبح ہوئی اور حضرت عمر نے لوگوں کو دربار میں آنے کی اجازت دی تو خالد اور علقمہ بھی آئے اور علقمہ، خالد کے قریب بیٹھ گیا، حضرت عمر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "اے علقمہ! کیا تم ہی خالد سے کچھ کہہ رہے تھے؟"

علقمہ نے خالد کی طرف رخ کرکے کہا: "اے ابو سلیمان! کیا تم نے سب باتیں بتا دیں؟"

خالد بولا: "وائے ہو تم پر! خدا کی قسم میری تم سے اس سے پہلے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ شاید تم حضرت عمر سے ملے ہو۔"

علقمہ نے کہا: "خدا کی قسم! ایسا ہی ہوا ہے۔"

پھر حضرت عمر کی طرف متوجہ ہو کر بولا: "اے امیر المومنین! آپ نے میری زبان سے صرف اپنی تعریف ہی سنی ہے!"

حضرت عمر نے کہا: "تم ٹھیک کہتے ہو، بولو! کیا حوران کے والی بننا چاہتے ہو؟"[1]

---

[1] حوران دمشق کی سرحد کا ایک زرخیز اور کثیر آبادی والا خطہ تھا۔ معجم البلدان، ج۲، ص۳۵۸

علقمہ بولا: "اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے!!"

اس طرح حضرت عمر نے اس کو حوران کا والی بنا دیا اور وہ آخری دم تک وہیں رہا۔

اصابہ میں اس کے آگے لکھا ہے: "حضرت عمر نے کہا کہ اگر میرے بعد آنے والی نسلیں میرے بارے میں تمہاری طرح کا نظریہ رکھیں تو یہ میرے لئے فلاں فلاں چیز سے بہتر ہے۔"

❁❁❁

جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے لیکن مسلک خلفاء کے علماء نے اپنی انہیں روایتوں کو بطور سند قبول کیا ہے اور انہیں کو اصحاب رسول ﷺ کے پہچاننے کا ضابطہ قرار دیا ہے اور سیف بن عمر جس کو علماء نے ملحد کہا ہے اس کی ذہنی پیداوار نے ان افراد کو اصحاب پیغمبرؐ مان لیا ہے جیسا کہ ہماری کتاب "ایک سو پچاس جعلی صحابی" میں مذکور ہے۔

دونوں مسلکوں میں صحابی کی تعریف جاننے کے بعد اب ہم دونوں مسلکوں کے مطابق عدالتِ صحابہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

عدالتِ صحابہ دونوں مکاتب فکر میں

ا۔ عدالتِ صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا نظریہ:

مسلک خلفاء کی نظر میں تمام صحابی عادل ہیں اور احکام دین حاصل کرنے کے لئے سب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جیساکہ بحث اور مناظرہ میں رہبر کا درجہ رکھنے والے حافظ ابو حاتم رازی[1] اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

اصحاب رسول ﷺ وہ ہیں کہ جو وحی اور تنزیل کے گواہ ہیں، وہ تفسیر و تاویل جنتے ہیں، یہ وہ ہستیاں ہیں جن کو خداوند عالم نے نبی کی محبت و نصرت، دین کے قائم کرنے اور حق کا اظہار کرنے کے لئے چنا پس ان کے صحابی ہونے سے راضی ہوگیا اور ان کو ہمارے لئے ہادی اور رہنما قرار دیا۔ انہوں نے خداوند عالم کی طرف سے رسول اکرمؐ تک پہنچی ہوئی سنت، شریعت احکام، قضاوت، مستحب، واجب، حرمت،

---

[1] ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابو حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ ہیں اور ان کی کتاب کا نام "تقدمة المعرفة لكتاب الجرح و التعديل" ہے جو ۱۳۷۱ھ میں حیدرآباد سے چھپی ہے۔ ہم نے مندرجہ بالا عبارت اس کتاب کے صفحہ ۹،۸،۷ سے لی ہے۔

انذار و تادیب کو محفوظ کرلیا، اسے سمجھا اور استحکام بخشا، دین میں فقاہت (دینی سوجھ بوجھ) حاصل کی۔ خداوند عالم کے امر و نہی اور اس کی مراد کو رسول خداﷺ کے سامنے قرآن کی تفسیر و تاویل کی مثال اور اس میں رسول اکرم ﷺ کے استنباط کی روشنی میں جانا، خداوند عالم نے ان کو ہدایت کے منصب پر فائز کرکے شرف بخشا، ان سے شک، جھوٹ، غلطی، تردید، گھمنڈ اور عیب کو دور کیا اور ان کو امت کے عادل افراد کا لقب دیا اور قرآن میں ارشاد فرمایا: "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" "اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔"[1]

نبی اکرم ﷺ نے خداوند عالم کی جانب سے "وسطاً" کی تفسیر "عدول" سے کی اور فرمایا کہ وہ عدولِ امت، ائمہ ہدیٰ، دین کی حجت اور کتاب و سنت کے نقل کرنے والے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی ہدایت سے تمسک کرنے اور ان کے راستے پر چلنے اور ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ"[2] "اور (جو شخص) مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا اسے ہم اُدھر ہی پھیر دیں گے۔"

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۳

[2] سورۂ نساء، آیت ۱۱۵

اہل بیت علیہم السلام کے مطابق اس آیت میں اصحاب شامل نہیں بلکہ ان میں سے صرف مومنین مراد ہیں جیساکہ خود آیت میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی۔

ہم نے متعدد روایات میں دیکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کو دین کی تبلیغ اور اپنی احادیث کو دوسروں تک پہنچانے کی تشویق فرمائی ہے چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"خداوند عالم خوش رکھے اس کو جو میری باتوں کو غور سے سنے، ان کو یاد کرے اور محفوظ رکھے یہاں تک کہ دوسروں تک پہنچادے۔"[1]

اس کے علاوہ اپنے ایک خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

"میری طرف سے تبلیغ کرو چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو اور میری احادیث لوگوں کو سناؤ کہ اس میں تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔"[2]

اس کے بعد صحابہ مختلف علاقوں، شہروں اور سرحدوں میں پھیل گئے اور شہروں کی فتح، جنگی امور، حکومت، قضاوت اور احکام جاری کرنے میں مشغول ہوگئے اور جو جہاں پہنچا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حفظ کی ہوئی احادیث کو بیان کرنے اور ان کے

---

[1] "نضر اللہ امرءً اسمع مقالتی فحفظها و وعاها حتی يبلغها غيره"

[2] "بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ"

مطابق لوگوں کے مسائل کے جواب دینے اور فتویٰ دینے میں مشغول ہوگیا اور اپنے آپ کو حسن نیت اور قربتِ خدا کی خاطر فرائض، احکام، سنن، حلال اور حرام کی تعلیم دینے کے لئے وقف کردیا یہاں تک کہ خداوند عالم نے ان کی روح قبض کرلی۔ (ان سب پر خدا کی رحمت اور مغفرت ہو۔)

عبد البر کتاب استیعاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں[1]: تمام صحابہ کی عدالت ثابت ہے، یہ جملہ لکھنے کے بعد دلیل کے طور پر ان آیات و روایات کو ذکر کیا ہے جو مومنین کے حق میں ذکر ہوئی ہیں جس کی ایک مثال پیچھے گزر چکی ہے۔

اسی طرح ابن اثیر اسد الغابہ کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

جن احادیث پر احکام کی وضاحت اور حلال و حرام وغیرہ جیسے دینی امور کا دار ومدار ہے یہ سب اسی وقت ثابت ہوتی ہیں کہ جب ان کے راویوں کی معرفت حاصل ہو اور ان روایوں میں سب سے پہلے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لہٰذا اگر انسان ان کے

---

[1] استیعاب: حافظ محدث ابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد عبد البر نمری القرطبی مالکی (۳۶۳ - ۴۶۳ھ) کی کتاب ہے جو اسماء اصحاب کے بارے میں ہے۔ مندرجہ بالا عبادت اس کے صفحہ نمبر ۲ کے حاشیہ سے لی گئی ہے۔

بارے میں نہ جانتا ہو تو اس کی نادانی اور بڑھ جاتی ہے لہٰذا ان کے حسب و نسب اور حالات کو جاننا ضروری ہے۔[1]

روایت حاصل کرنے کے لئے راوی کے جو شرائط ہیں ان میں صحابہ بھی دیگر راویوں کے مثل ہیں لیکن جرح اور ردّ و قدح (کسی کو غیر عادل کہنا یا اس کی روایت پر اعتراض کرنا) میں وہ دیگر راویوں سے جدا ہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہیں، ان کے سلسلہ میں بحث کی گنجائش نہیں۔[2]

حافظ ابن حجر "الاصابۃ" کے مقدمہ کی تیسری فصل میں تحریر کرتے ہیں:

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مصنفہ ابی حسن عزالدین علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، ج۱، ص ۳

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، مصنفہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد کنانی عسقلانی شافعی معروف بہ ابن حجر (۷۷۳۔ ۸۵۳ھ) ہم نے یہ عبارت مکتبۂ نجاریہ مصر کے ایڈیشن ۱۳۵۸ھ ج۱، ص ۱۷۔ ۲۲ سے لی ہے۔) ابوزرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید کے بارے میں ابن حجر تقریب التہذیب، ج۲، ص ۵۳۶، شمارہ ۱۴۷۹ میں لکھتے ہیں: ابوزرعہ، امام حافظ ثقہ اور راویوں کے گیارہویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی۔ مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے اپنی اپنی صحاح میں روایت نقل کی ہے: میں کہتا ہوں، ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ابوزرعہ اصحاب رسول خداؐ کے درمیان موجود منافقین کے بارے میں کیا کہتے تھے؟

اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور اس سلسلہ میں کچھ بدعتی لوگوں کے علاوہ کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔ وہ ابوزرعہ سے روایت کرتے ہیں: اگر آپ دیکھیں کہ کوئی شخص اصحاب رسول خداؐ میں سے کسی میں کوئی نقص نکال رہا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ بے دین ہے کیونکہ رسولؐ حق ہیں، قرآن حق اور جو کچھ پیغمبرؐ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، یہ سب ہم تک صحابہ کے ذریعہ پہنچا ہے اور یہ لوگ صحابہ پر تنقید کرکے کتاب اور سنت کو باطل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ خود ان ہی کی تنقیص کی جائے کہ یہ لوگ بے دین اور ملحد ہیں۔

عدالت صحابہ کے بارے میں یہ مکتب خلفاء کا نظریہ تھا۔ اب ہم اس سلسلہ میں مکتب اہل بیتؑ کی رائے پیش کرکے عدالتِ صحابہ کے بارے میں مذہب اہل بیتؑ کا نظریہ بیان کر۔تے ہیں۔

۲۔ عدالتِ صحابہ کے بارے میں مکتب اہل بیتؑ کا نظریہ :

مذہب اہل بیتؑ کے ماننے والے قرآن مجید کا اتباع کرتے ہوئے (قرآن کی صراحت کے مطابق) اس کے قائل ہیں کہ اصحاب میں سے بعض مومنین ہیں اور خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان کی تعریف کی ہے جیساکہ بیعت شجرہ کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے :

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا" [1]

"یقیناً خدا مومنین سے اس وقت راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کررہے تھے پھر اس نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جو اُن کے دلوں میں تھا تو اُن پر سکون نازل کردیا اور انہیں اس کے عوض قریبی فتح عنایت کردی۔"

آیہٴ کریمہ میں واضح ہے کہ یہ تعریف بیعت شجرہ میں موجود مومنین سے مخصوص ہے اور وہاں موجود مومنین مثلاً عبد اللہ بن ابی اور اوس بن خولی اس میں قطعی شامل نہیں۔ [1]

[1] سورهٔ فتح، آیت ۱۸

اسی طرح یہ لوگ قرآن کا اتباع کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ان میں بعض منافق تھے اور بہت سی آیتوں میں ان کی مذمت ہوئی ہے مثلاً خداوند عالم کا یہ ارشاد ہے :

"وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ" [2]

"اور تمہارے گرد دیہاتوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں، عنقریب ہم ان پر دوہرا عذاب کریں گے، اس کے بعد یہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے۔"

اصحاب میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کے بارے میں خدا نے "افک" کی خبر دی یعنی وہ افراد جنہوں نے ناموس رسول خدا ﷺ پر "افک" [3] کا بہتان باندھا (ہم ایسی باتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔)

[1] ملاحظہ کریں: واقعہٴ بیعت شجرہ (بیعت رضوان)، مغازی واقدی اور خطط مقریزی

[2] سورهٴ توبہ، آیت ۱۰۱

[3] یہ واقعہٴ افک کی طرف اشارہ ہے جس کے بارے میں سورهٴ نور کی ۱۱-۱۷ آیت نازل ہوئی کہ خود حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ان پر تہمت لگائی گئی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق جناب ماریہ کی برائت کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جیساکہ "ام المومنین عائشہ" ج ۲ میں مرقوم ہے۔

بعض ایسے بھی اصحاب تھے جن کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے:

"وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا"[1]

"اور جب تجارت یا لہو ولعب کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔"

اصحاب میں سے ایسے بھی لوگ تھے جنہوں نے "عقبہ ہرشی" کے مقام پر جنگ تبوک[2] یا حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر رسول خداﷺ کو قتل کرنے کی سازش رچی تھی۔[3]

---

[1] سورۂ جمعہ، آیت ۱۱

[2] مسند احمد، ج۵، ص۳۹۰ و ۴۵۳۔ رجوع کریں: صحیح مسلم، ج۸، ص۱۲۲۔۱۲۳؛ باب صفات منافقین؛ مجمع الزوائد، ص۱۹۵؛ مغازی واقدی، ج۳، ص۱۰۴۲؛ مقریزی کی کتاب امتاع الاسماع، ص۴۷۷؛ سیوطی کی تفسیر درالمنثور میں سورۂ بقرہ کی آیت ۷۴ کی تفسیر کے ذیل میں، ج۳، ص۲۵۸۔۲۵۹

[3] شیعہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر واقعۂ غدیر خم کی وجہ سے جحفہ میں پیش آیا۔ رجوع کریں: بحار الانوار، ج۲۸، ص۹۷، مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ، تہران، ۱۳۹۲ھ ق

یقیناً نبی کی صحبت وہم نشینی سے بڑی فضیلت نبی کی زوجیت ہے کیونکہ اس میں ہر وقت ساتھ ہوتا ہے مگر پھر بھی نبی کی بیویوں کے بارے میں خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۔۔۔ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ۔۔۔"[1]

"اے پیغمبرؐ کی بیویو! جو بھی تم میں سے کھلی ہوئی بُرائی کا ارتکاب کرے گی اس کا عذاب بھی دوہرا کردیا جائے گا اور یہ بات خدا کے لئے بہت آسان ہے اور جو بھی تم میں سے رسولؐ کی اطاعت کرے اور نیک اعمال انجام دے اسے دوہرا اجر عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لئے بہترین رزق فراہم کیا ہے۔ اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تمہارا مرتبہ کسی عام عورت جیسا نہیں ہے۔۔۔"

ازواج نبیﷺ میں سے دو کے بارے میں سورۂ تحریم میں یہ ارشاد فرمایا:

"إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ ۔۔۔"[2]

---

[1] سورۂ احزاب، آیت ۳۰۔۳۲

[2] سورۂ تحریم، آیت ۴

"اب تم دونوں توبہ کرو کہ تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہو گئی ہے ورنہ اگر اس کے خلاف اتفاق کروگی تو یاد رکھو کہ اللہ اس کا سرپرست ہے اور جبرئیل اور نیک مومنین اور ملائکہ سب اس کے مددگار ہیں۔"

یہاں تک کہ ارشاد فرمایا:

"ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ نُوۡحٍ وَّ امۡرَاَتَ لُوۡطٍ کَانَتَا۔۔۔"[1]

"خدا نے کفر اختیار کرنے والوں کے لئے زوجہ نوح اور زوجہ لوط کی مثال بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کی زوجیت میں تھیں لیکن ان سے خیانت ہوئی تو اس زوجیت نے خدا کی بارگاہ میں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ ان سے کہہ دیا گیا کہ تم بھی جہنم میں تمام داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ اور خدا نے ایمان لانے والوں کے لئے فرعون کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے کہ اس نے دعا کی کہ پروردگار! میرے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے کاروبار سے نجات عطا کر دے اور مریم بنت عمران کی مثال۔۔۔"

بعض صحابہ ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ جن کی آخرت کے بارے میں رسول خداؐ نے یہ خبر دی ہے:

[1] سورۂ تحریم، آیت ۱۰۔۱۲

روز قیامت میری امت کے بعض افراد کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ میں کہوں گا: پروردگارا! یہ میرے اصحاب ہیں!!! جواب آئے گا کہ تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں رائج کیں پس میں وہی بات کہوں گا جو عبد صالح (عیسیٰ) نے کہی تھی: "میں جب تک ان کے درمیان تھا ان کا گواہ اور نگراں رہا پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو ان کا نگہبان ہے اور تو ہر شئے کا گواہ اور نگراں ہے۔" پھر کہا جائے گا کہ تمہاری آنکھ بند ہوتے ہی یہ لوگ مرتد ہوگئے اور ہمیشہ اسی حالت پر رہے۔[1]

دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے: "حوض کوثر پر میرے پاس سے ایسے لوگوں کو گذارا جائے گا جو دنیا میں میرے ساتھ رہتے تھے جب تک میں ان کو پہچانوں گا ان کو مجھ سے دور لے جایا جائے گا۔ میں کہوں گا: پروردگارا! میرے اصحاب! پس مجھ سے کہا جائے گا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیسی کیسی بدعتیں قائم کیں۔"[2]

[1] "وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً۔۔۔" مائدہ/۱۱۷؛ بخاری، تفسیر سورۂ مائدہ، "یا ایہا الرسول بلغ" اور تفسیر سورۂ انبیاء، ترمذی، باب صفت قیامت، باب محشر کی تفصیل اور تفسیر سورۂ طٰہٰ۔

[2] بخاری، کتاب الدعوات، باب حوض کے باب میں؛ ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب خطبۂ یوم نحر، حدیث ۵۸۳۰ نیز ملاحظہ کریں: مسند احمد، ج۱، ص ۴۵۳، ص ۲۸، ج۵، ص ۴۸؛ بخاری، ج۲، ص ۹۲۸، کتاب تفسیر

صحیح مسلم میں آیا ہے: "میرے اصحاب میں سے بعض افراد کو حوض کوثر پر میرے پاس لایا جائے گا جیسے ہی میں ان کو دیکھوں گا انہیں مجھ سے دور کر دیا جائے گا پس میں کہوں گا: پروردگارا! میرے اصحاب! مجھ سے کہا جائے گا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں رائج کیں۔"[1]

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: نبی اکرم ﷺ کے حوض کا ثبوت، حدیث ۴۰؛ ترمذی، ج ۲، ص ۵۸، ربانی بکڈپو کٹرہ چاندلال کنواں دہلی؛ مسلم، ج ۲، ص ۳۳۱

۳۔ مومن اور منافق کو پہچاننے کا طریقہ:

جیساکہ ثابت ہوچکا ہے کہ صحابہ میں بعض منافقین بھی موجود تھے اور ان کو صرف خدا جانتا ہے مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کو پہچاننے کا ایک معیار قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ علیؑ کو صرف مومن دوست رکھے گا اور صرف منافق علیؑ سے بغض رکھے گا۔

اس حدیث کے راوی مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

امام علی علیہ السلام[1]

[1] امام علی علیہ السلام رسول خدا ﷺ کے چچا جناب ابوطالبؑ بن عبد المطلب کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی جیساکہ حاکم نے مستدرک، ج ۳، ص ۴۸۳؛ مالکی نے فصول المہمہ؛ مغازلی شافعی نے مناقب اور شبلنجی نے نور الابصار، ج ۶۹ میں روایت کی ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۳/رجب المرجب سنہ ۳۰ عام الفیل ہے۔ مہاجرین اور انصار نے سنہ ۳۵ ہجری میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ماہ رمضان المبارک سنہ ۴۰ ہجری کی انیسویں شب میں ابن ملجم مرادی نے مسجد کوفہ کی محراب میں آپ کے سر پر ضربت لگائی اور ۲۱/رمضان المبارک کو آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ آپ سے صحاح ستہ کے مؤلفین نے ۵۳۶/حدیثیں نقل کی ہیں۔ آپ کی سوانح عمری کے لئے ملاحظہ کریں: استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ اور جوامع السیرۃ، ص ۲۷۶۔

ام المومنین ام سلمہ [1]

منافقین کے بارے میں آپ کی روایت صحیح ترمذی، ج ۱۳، ص ۱۷۷، باب مناقب علیؑ؛ سنن ابن ماجہ کے مقدمہ کا گیارہواں باب؛ سنن نسائی میں ملاحظہ فرمائیں: ج ۲، ص ۲۷۱ و ج ۸، ص ۴۱۷ و ج ۱۶، ص ۴۳۶؛ ابو نعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۱۶۵۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔ ذہبی کی تاریخ اسلام، ج ۲، ص ۱۹۸؛ تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۹۵۴؛ استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۱؛ اسد الغابہ، ج ۴، ص ۲۹۲؛ کنز العمال، ج ۱۵، ص ۱۰۵؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۴۸۴ میں آپ کی سوانح عمری کے ذیل میں نیز مسلم، ج ۱، ص ۴۹، کتاب ایمان (ترجمہ علامہ فاضل اللہ جلالی، کتب خانہ اشاعت الاسلام، دہلی) میں موجود ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ علیؑ کو صرف مومن دوست رکھے گا اور صرف منافق علیؑ سے بغض رکھے گا۔ سنن ابن ماجہ، کتاب فی الایمان، ص ۹۱، ترجمہ حضرت علامہ وحید الزماں، اشرفی بک ڈپو، دہلی ۱۱۰۰۰۹۲

[1] ام المومنین ام سلمہ ہند بنت ابوامیہ بن مغیرۃ قرشی رسول خدا ﷺ سے شادی سے پہلے ابوسلمہ کی بیوی تھیں۔ یہ دونوں شروع ہی میں اسلام لے آئے اور پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت کی۔ ابوسلمہ جنگ احد میں زخمی ہوئے اور ہجرت کے تیسرے سال شہید ہوگئے تو ام سلمہ نے رسول اسلام ﷺ سے شادی کرلی اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سنہ ۶۱ ہجری میں وفات پائی۔ صحاح ستہ کے مؤلفین نے آپ سے ۳۸۷ حدیثیں نقل کی ہیں۔ آپ اور آپ کے شوہر کی سوانح عمری کے لئے ملاحظہ فرمائیں: اسد الغابہ؛ جوامع السیرۃ، ص ۶۷۶؛ تقریب التتذیب، ج ۲، ص ۶۱۷۔ منافقین کے بارے میں آپ کی روایت صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۷۴ پر موجود ہے۔

عبد اللہ ابن عباس [1] ابوذر غفاری [2] انس ابن مالک [3]

[1] عبد اللہ نبی اکرم ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب کے فرزند تھے۔ ہجرت سے ۱۳ سال پہلے پیدا ہوئے اور سنہ ۶۸ ہجری میں وفات پائی۔ صحاح ستہ کے مؤلفین نے آپ سے ۱۶۶۰ حدیثیں نقل کی ہیں۔ آپ کی سوانح عمری؛ اسد الغابہ اور جوامع السیرۃ، ص ۲۷۶ پر موجود ہے۔

[2] ابوذر، جندب یا برید بن جنادہ یا عبد اللہ یا سکن یا اس کے علاوہ۔ ہجرت سے پہلے اسلام لائے۔ بدر کے بعد رسول اسلام ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی۔ سنہ ۳۲ ہجری میں آپ کو مدینہ سے شہر بدر کرکے ربذہ نامی ریگستان میں بھیج دیا گیا جہاں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ سے صحاح ستہ میں ۲۸۱ حدیثیں منقول ہیں۔ آپ کی سوانح عمری؛ تقریب، ج ۶، ص ۴۲؛ جوامع السیرۃ، ص ۲۷۷ اور عبد اللہ ابن سبا میں موجود ہے۔

[3] انس ابن مالک بن نضر انصاری خزرجی: روایت ہے کہ انہوں نے دس سال تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت کی۔ البتہ جب مولائے کائناتؑ نے انس سے حدیث غدیر کی گواہی دینے کو کہا تو انس نے بہانہ بنا دیا لہٰذا مولائے کائناتؑ نے انس کے لئے بددعا کردی جس سے انس کے دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک اور پیشانی پر سفید داغ ہوگئے اور وہ پیشانی کو عمامہ سے اور ہاتھوں کو سفید پاؤڈر کے ذریعہ چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ انس کی زندگی کا خلاصہ الاعلاق النفیسہ، ص ۱۲۲؛ تفصیل شرح نہج البلاغہ، ج ۴، ص ۳۸۸ میں موجود ہے۔ بالآخر سنہ ۹۰ ہجری کے بعد بصرہ میں دنیا سے رحلت کی۔ صحاح ستہ میں انس سے ۲۲۸۶ حدیثیں منقول ہیں۔ مزید حالات زندگی؛ اسد الغابہ؛ تقریب التتذیب؛ جوامع السیرۃ، ص ۲۷۶؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۱۴۰، طباعت اول میں منافقین کی شرح حال کے تحت موجود ہیں۔

اور عمران بن حصین[1]

رسول خدا ﷺ کی زندگی میں یہ حدیث مشہور تھی۔

جناب ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہم منافقین کو صرف اللہ اور رسول کی تکذیب، نماز سے دوری اور علی علیہ السلام سے دشمنی کی بنیاد پر پہچانتے تھے۔[2]

ابوسعید خدری کہتے ہیں: "ہم (انصار) منافقین کو علی بن ابی طالب علیہما السلام کی دشمنی کے ذریعہ پہچان لیتے تھے۔"[3]

---

[1] عمران بن حصین خزاعی کعبی نے جنگ خیبر کے وقت اسلام قبول کیا۔ رسول ﷺ کا ساتھ دیا اور کوفہ میں قضاوت کی اور بالآخر کوفہ میں ہی سنہ ۵۲ ہجری میں وفات پائی۔ صحاح ستہ میں ان سے ۱۸۰ حدیثیں منقول ہیں۔ منافقین کے بارے میں ان کی روایت کنز العمال، ج۷، ص۱۴۰، طباعت اول میں اور ان کی سوانح عمری تقریب، ج۲، ص۷۲؛ جوامع السیرۃ، ص۲۷۷ پر موجود ہے۔

[2] مستدرک صحیحین، ج۳، ص۱۲۹؛ کنز العمال، ج۱۵، ص۹۱

[3] ابوسعید خدری بن سنان الخزرجی خدری انہوں نے خندق اور اس کے بعد کی جنگوں میں شرکت کی۔ سنہ ۶۳ ہجری یا سنہ ۶۴ ہجری یا سنہ ۶۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور ایک قول کے مطابق سنہ ۷۴ ہجری میں وفات پائی۔ صحاح ستہ میں ان سے ۱۱۷۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ان کی زندگی کے تفصیلی حالات؛ اسد الغابہ، ج۲، ص۲۸۹؛ تقریب، ج۱، ص۲۸۹؛ جوامع السیرۃ، ص۲۷۶ میں ہیں۔ منافقین کے بارے میں آپ کی حدیث؛ صحیح ترمذی، ج۶۷؛ ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء، ج۶، ص۲۸۴؛ صحیح ترمذی، ج۲، ص۲۹۸ پر موجود ہے۔

عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں: "ہم رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں منافقین کو علی بن ابی طالبؑ کی دشمنی کی بنیاد پر پہچان لیتے تھے۔"[1]

جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں: "ہم منافقین کو صرف علی بن ابی طالبؑ سے بغض کی بنیاد پر پہچانتے تھے۔"[2]

---

[1] تاریخ بغداد، ج۳، ص۱۵۳ میں ہے کہ وہ لوگ ابن مسعود کے پاس تھے کہ ابن عباس نے آیت "یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ" کی تلاوت کی۔ کہا علی بن ابی طالبؑ۔ پھر کہا ہم منافقین کو۔۔۔ حدیث۔

[2] جابر بن عبد اللہ بن عمرو الانصاری سلمی۔ صحابی ابن صحابی بیعت عقبہ میں اپنے والد کے ساتھ شرکت کی اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ۱۷ غزوات اور مولائے کائناتؑ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ سنہ ۷۰ ہجری کے بعد مدینہ میں وفات پائی۔ آپ سے صحاح ستہ میں ۱۵۴۰ حدیثیں نقل ہیں۔ آپ کے تفصیلی حالات زندگی؛ اسد الغابہ، ج۱، ص۲۵۶-۲۵۷؛ تقریب، ج۱، ص۱۲۲؛ جوامع السیرۃ، ص۲۷۶ میں اور منافقین کے بارے میں آپ کی روایت؛ استیعاب، ج۲، ص۴۶۴؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۸۴؛ تاریخ ذہبی، ج۲، ص۱۹۸ میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ہم (گروہ انصار) منافقین کو۔۔۔؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۳

NOTES

اسی بنیاد پر رسول اکرم ﷺ نے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

"اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ"[1]

"خدایا! جو اس (علیؑ) کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھنا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھنا۔"

لہٰذا ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والے حضرات دین کی تعلیمات کو ایسے اصحاب سے لیتے وقت احتیاط کرتے ہیں جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتے تھے اور انہیں آپ سے محبت نہیں تھی کیونکہ انہیں یہ خطرہ ہے کہ اصحاب کے درمیان کوئی ایسا منافق ہو جسے خدا کے علاوہ کوئی نہ پہچانتا ہو۔

ooo

---

[1] صحیح ترمذی، ج ۱۳، ص ۱۶۵، باب مناقب علیؑ؛ سنن ابن ماجہ، باب فضل علیؑ؛ خصائص نسائی، ج ۴، ص ۳۰؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۸۴، ۸۸، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۲، ۳۳۰؛ ج ۴، ص ۲۸۱، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۲؛ ج ۵، ص ۳۹۷، ۳۴۷، ۳۵۰، ۳۵۸، ۳۶۱، ۴۱۹، ۵۶۸؛ مستدرک صحیحین، ج ۲، ص ۱۲۹؛ ج ۳، ص ۹؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۲۲-۲۲۵؛ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۳۷۷؛ ج ۸، ص ۲۹۰؛ ج ۲، ص ۳۴۳ وغیرہ

ناشر

اہل بیتؑ کونسل انڈیا